سوسائٹی آف اقبال اسٹڈیز کے زیراہتمام ایک فکری نشست

عنوان: سائیکومینشن۔ابن صفی کے ناولز سے انتخاب پر مبنی ایک نئی شائع شدہ کتاب

مصنفین: ابن صفی، خرم علی شفیق، احمد صفی

راشد اشرف

فروری 2010ء کی 13 تاریخ تھی اور کراچی کے علاقے پی ای سی ایچ ایس کے ایک کشادہ گھر میں جناب ابن صفی کا تذکرہ...... اس اخباری ترکیب کا سہارا لینا ضروری نہیں سمجھتا کہ ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا...... لیکن جتنے شرکاء نظر آرہے تھے، نہ صرف پڑھے لکھے تھے بلکہ ابن صفی کے بارے میں جاننے کے شائق بھی تھے اور حوصلہ افزاء بات یہ تھی کہ ان میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی۔

کتاب سائیکومینشن کے مصنف خرم علی شفیق صاحب کی آمد سے قبل جناب احمد صفی نے مذکورہ کتاب کے اپنے تحریر کردہ دیباچے کو پڑھ کر سنایا۔(یہ دیباچہ عنقریب یہاں فیس بک پر شامل کردیا جائے گا)

آخراس کتاب میں ہے کیا؟ یہ سوال کئی دوست فیس بک پر مجھ سے پوچھ چکے ہیں!

اس کتاب کے اقتباسات میں کوئی جاسوسی حوالہ سرے سے نہیں ہے بلکہ یہاں وہ حوالے شامل کیے گئے ہیں جن میں ایک وسیع کینوس کی حامل کردارنگاری کے خدوخال ابھر کر سامنے آتے ہیں!مذکورہ کتاب تین کتابوں کے سلسلے کی پہلی کتاب ہے جبکہ دوسری دو کتابوں میں رانا پیلس اور دانش منزل شامل ہیں جو ابھی تکمیل کے مراحل طے کررہی ہیں۔

خرم علی شفیق نے حاضرین کو بتایا کہ ہم یہاں آج آپ کو یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ ابن صفی محض ایک جاسوسی ناول نگار نہیں تھے بلکہ انہوں نے بحیثیت مصنف حیات وکائنات کے ہر حساس مسئلے کو اپنی تحریروں میں اجاگر کیا۔انہوں نے کہا کہ غالب، شیکسپئر، مولانا روم، میر تقی میر، ابن صفی، جمیل الدین عالی ـــ یہ تمام تخلیق کار عام لوگوں کے لیے لکھنے والے تھے اور یہ کہ ان کا لکھا ہوا مواد ''جمہوری ادب'' کہلائے جانے کے قابل ہے۔اس موقع پر انہوں اپنی وضع کردہ اس نئی اصطلاح کی تعریف اس طرح کی کہ قبول عام کی سند پانے والا ادب جمہوری ادب کہلائے گا......

انہوں نے شرکاء کو بتایا کہ عام طور پر ادب کو دو اقسام میں بانٹا جاسکتا ہے ایک High اور دوسرا Popular۔ عموماً یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ پہلی قسم کی تعریف میں وہ ادب آتا ہے جو بہت اونچے خیالات پر مبنی ہو جبکہ دوسری قسم یعنی Popular ادب میں اونچے خیالات نہیں ہوسکتے اور یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ دوسری قسم میں وہ ان چیزوں کو شامل کرتا ہے جو آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں جبکہ ان چیزوں کو، جو سر کے اوپر سے گزار جاتی ہیں یا عام فہم نہیں ہوتیں، پہلی قسم High میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ تفریق ایک برطانوی شاعر اور نقاد Matthew Arnold (پیدائش:۲۴ دسمبر ۱۸۲۲ـــ وفات: ۱۵ اپریل ۱۸۸۸) کی وضع کردہ ہے جس نے ۱۸۶۷ میں اپنی کتاب Culture and Anarchy کے ذریعے دنیا کو اپنے فلسفے سے روشناس کروایا۔میتھو آرنلڈ نے second bill of reforms پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اس بات پر واویلا کیا کہ مذکورہ بل کے منظور ہونے کے بعد نچلے طبقے کو ووٹ کا حق حاصل ہوگیا ہے جو کہ ایک نامناسب بات ہے اور اس طرح بقول اس کے غریب لوگ شرفاء کے ساتھ آکر بیٹھ

جائیں گے اور صدیوں سے مروجہ امیر اور غریب کی تفریق کا خاتمہ ہوجائے گا۔ یہ میتھو آرنلڈ ہی تھا جس نے طبقہ اشرافیہ بالخصوص ruling class کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی کہ نچلا طبقہ گویا انسان نہیں بلکہ جانوروں کی مانند ہے اور ان کو دور رکھنے ہی میں عافیت ہے!

قبول عام کی سند پانے والا ادب یا جمہوری ادب تخلیق کرنے والوں میں ابن صفی کا نام سرفہرست ہے۔ ان کی کتابیں ہر خاص و عام میں مقبول تھیں۔ ان کے ناولز ۸۰۰۰۰/اسی ہزار کی کثیر تعداد میں شائع ہوا کرتے تھے۔ سال میں بارہ ناولز کے حساب سے یہ تعداد بیس لاکھ بنتی ہے جبکہ جلد ہی ابن صفی سال میں جو بیس ناولز لکھنے لگے اور ناولز کی اشاعت بیس لاکھ سے بڑھ کر چالیس لاکھ سالانہ ہوگئی۔ ہندوستان میں شائع ہونے والے ناولز اور جعلی ایڈیشنز اس کے علاوہ تھے۔ ہندو پاک میں ان ناولز کو کرائے پر پڑھنے کے لیے دینے والی لائبریریوں کے مالکان اپنے گھر انہی ناولز کی آمدنی سے چلایا کرتے تھے۔

اس موقع پر خرم شفیق نے شرکاء کو ابن صفی کی تحریر کی مندرجہ ذیل خصوصیات سے آگاہ کیا:

اخلاقی قدروں کی حامل تحریر
علمی حوالے اور تحقیق و تجسس
نمائندہ ادب
نثر کی خوبیاں
مستقبل بینی

تقریب کے دوران خرم علی شفیق نے شرکاء کو اپنے مخصوص و دلچسپ انداز میں عمران سیریز کے ناول لڑکیوں کا جزیرہ سے یہ اقتباس پڑھ کر سنایا:

ماہنامہ کمر لچکدار جس کی دھوم سارے ملک میں تھی! وہ ادب اور ثقافت کا علمبردار تھا۔ ثقافت کا علمبرداریوں تھا کہ اس میں فلم ایکٹریسوں کی کمزوریاں اچھالی جاتی تھیں اور ثقافت کا علمبردار اس لیے کہا جاسکتا تھا کہ سرورق پر کسی لنگوٹی بند امریکن چھپکلی کی تصویر ہوتی تھی۔ عمران نے اپنا فائل نکالا جس میں اس کی کئی اوٹ پٹانگ کہانیاں تھیں۔ کسی زمانے میں اسے کہانیاں لکھنے کا خبط بھی تھا اور اس نے لیکاک کے nonsense novels کے طرز کی کہانیاں لکھ ڈالی تھیں۔

اس نے ایک کہانی نکالی اور ماہنامہ کمر لچکدار کے دفتر کی طرف روانہ ہوگیا۔

دفتر کافی شاندار تھا اور تقریباً ڈیڑھ درجن آدمی مختلف قسم کے کاموں میں مصروف نظر آرہے تھے

فرمایئے! ایک نے عمران کو ٹوکا۔

میں ایڈیٹر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں! عمران نے جواب دیا

کیا کام ہے؟

کم کچھ بھی نہیں ہے۔ زیادہ ہی نکلے گا! عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا

کم نہیں۔۔ کام۔۔ اس نے تصحیح کی

اوہ کام۔۔ ان سے جا کر کہہ دیجیے کہ ایک بہت بڑا افسانہ نگار ملنا چاہتا ہے

وہ آدمی اس کی حماقت انگیز شکل دیکھ کر مسکرایا اور پھر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا" نام کیا بتاؤں"

ابن ہدہد

وہ ہنستا ہوا ایڈیٹر کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ عمران کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے واپس آکر کہا" جایئے"

عمران اکڑتا ہوا کمرے کے دروازے پر آیا، چق ہٹائی اور اندر چلا گیا۔ ایڈیٹر دونوں ہاتھوں کو میز پر رکھے قہر آلود نظروں سے دروازے کی طرف گھور رہا تھا

تشریف رکھیئے۔ وہ غرایا

یہ ایک لمبا تڑنگا اور صحت مند آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔

آپ بھی ابن ہیں؟ اس نے عمران کو کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا

جی ہاں! بندے کو ابن ہدہد کہتے ہیں

کیا یہ ابن کوئی بیماری ہے۔ جسے دیکھئے نام کے ساتھ ابن لگائے چلا آرہا ہے۔ بیٹھیے نا! بہت سی باتیں کروں گا آپ سے

عمران بیٹھ گیا

آپ کیوں آئے ہیں؟

اپنی ایک کہانی لایا ہوں

مگر آپ کو اپنا نام بدلنا پڑے گا۔ میرے پرچے میں جاسوسی کہانیاں نہیں شائع کی جاتیں

جی یہ رومانی افسانہ ہے

پھر تو آپ کو نام بدلنا ہی پڑے گا

اچھا تو صرف ہدہد کر دیجیے گا۔ جی ہاں۔ چلے گا یا نہیں۔ ویسے ابن ہدہد بھی چل جاتا

نہیں! آپ نہیں جانتے۔ ہماری دشواریوں سے واقف نہیں ہیں! ابھی حال ہی میں میرے ایک دوست نے اپنے رسالے میں اردو کے ایک بہت اچھے شاعر کی نظم چھاپی تھی۔ اتفاق سے ان کے نام میں بھی ابن موجود ہے۔ آپ جانتے ہیں اس بیچارے کو اس سلسلے میں کس قسم کے خطوط موصول ہوئے ہیں؟

عمران نے نفی میں سر ہلا دیا

ٹھہرئے! ایڈیٹر میز کی دراز کھینچ کر اس میں رکھے ہوئے کاغذات الٹتا پلٹتا ہوا بولا" میں آپ کو ایک خط سناؤں گا۔ سنیئے اور عبرت پکڑیئے

اس نے ایک پوسٹ کارڈ نکال کر پڑھنا شروع کیا:

جناب ایڈیٹر صاحب!

شالا تم کیا چار شوبیش رشالہ نکالتا ہے! اوپر لکھتا ہے۔ لکھنے والے ابن عبدل۔۔ یہی نام تھا یا دوسرا۔۔ یاد نہیں۔۔ ابن ضرور تھا۔۔ اوپر ابن لکھتا ہے اور اندر میں گجل ٹھونس دیتا ہے۔۔ ہمارا پیشہ واپس کرو۔۔ ہم جاشوشی افشانہ سمجھ کر کھریدا تھا۔۔ یہ چار شوبیشی کا دھندا کب تک چلے گا۔۔ تم شالا پبلک کو دھوکا دیتا ہے

ہم ہے تمہارا باپ

اللہ رکھا

ارے توبہ توبہ۔۔ عمران اپنا منہ پیٹنے لگا۔۔ لاحول ولا۔۔ میرا افسانہ جاسوسی ہرگز نہیں ہے۔ میں نام بھی بدل دوں گا۔ آپ مطمئین رہیئے۔ افسانے کا نام ہے حاتم طائی۔

نہیں چلے گا۔ بہت پرانی چیز ہے

آپ دیکھئے تو سہی۔ اس میں جدت ہے۔ یہ فینٹسی بھی نہیں ہے۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ بالکل نئی جدت۔ دیکھئے گا۔۔ غور سے سنیئے۔۔ ہاں

عمران صفحات کو چہرے کے برابر اٹھا کر پڑھنے لگا۔"صبح کا سہانا وقت تھا"

ٹھہرئے۔۔ ٹھہرئے۔۔۔ ایڈیٹر ہاتھ اٹھا کر بولا۔۔ یہ نہیں چلے گا۔ صبح کا سہانا وقت تھا تو پڑھنے والے کو اس سے کیا سروکار؟ نہیں یہ بہت پرانا اسٹائل ہے

اچھا اچھا۔۔ میں پورا منظر نکالے دیتا ہوں۔۔ خیر جانے دیجیے۔۔ آگے سنیئے۔۔ حاتم اپنے خیمے سے نکل کر ایک تمباکو فروش کی دکان پر آیا۔ اور وہاں سے سویٹ کراپ کا پیکٹ خرید کر طائی کے خیمے کی طرف چل پڑا۔

کس کے خیمے کی طرف۔۔ ایڈیٹر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا

طائی کے خیمے کی طرف۔۔ ط سے طائی۔۔ تائی نہیں۔۔ حاتم کی کوئی تائی نہیں تھی۔۔۔ طائی اس کی محبوبہ کا نام تھا

یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔ ایڈیٹر نے کچھ ایسے انداز میں کہا جیسے عمران نے اسے کوئی بہت بری خبر سنائی ہو!

کیا میں نے آپ کو کوئی صدمہ پہنچایا ہے۔۔ عمران بوکھلا کر بولا

آپ تاریخ کے گلے پر چھری چلا رہے ہیں

کیوں جناب؟

آپ طائی کو حاتم کی محبوبہ بتاتے ہیں۔۔ حالانکہ حاتم قبیلہ بنی طے کا ایک فرد ہونے کی بنا پر طائی کہلاتا تھا

کیا بات کہی ہے آپ نے۔۔ عمران نے ایک قہقہہ لگایا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا:

آپ کے فامولے سے تو پھر مجنوں لیلی کا باپ تھا۔ یا لیلی قبیلہ بنی مجنوں سے تعلق رکھتی تھی۔ وامق قبیلہ بنی عذرا سے تعلق رکھتا تھا۔ ہیر، رانجھا کی چچی تھی۔ مہینوال، سوہنی کا ابا تھا!

کمرے میں شرکاء کے قہقہے گونجتے رہے!

تقریب کے آخر میں سائیکومنیشن کے ناشر اور فضلی سنز کے مالک جناب ساجد رحمان سے کئی شرکاء نے کتاب خریدی۔ یاد رہے کہ اس کتاب کی قیمت ۲۹۵ ہے۔